17

دعوت الی اللہ ہر احمدی کا فرض ہے

(فرمودہ ۸ مئی ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں نے اس سال کے شروع میں اپنے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اللہ تعالٰی کا منشاء یہ ہے کہ ہم اس سال خصوصیت کے ساتھ اپنا پروگرام اور اپنا مقصد تبلیغ رکھیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے دوستوں نے اس طرف توجہ کی ہے۔ لیکن ایسے بہت سے دوست ابھی باقی ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھا اور اپنے فرائض کی طرف مناسب توجہ نہیں کی۔

میں نے متواتر اور بارہا بتایا ہے کہ دنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی ایسا نہیں ہے جو بغیر پریکٹس اور مشق کے ہو سکے۔ بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے متعلق انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ اگر چاہوں تو اس کام کو با آسانی کر سکتا ہوں۔ لیکن جب وہ اس کام کو شروع کرتا ہے تو اس کو پتہ لگ جاتا ہے کہ بغیر پریکٹس اور مشق وہ اس کام کو نہیں کر سکتا۔ اور جس کام کو وہ شروع کرنے سے پہلے ایک آسان کام خیال کرتا تھا وہ ایک نہایت مشکل کام ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کو اس کام کے کرنے کی مشق نہیں ہوتی اور بہت دفعہ تو ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ وہ اس کام کے کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو نقصان پہنچا لیتا ہے۔

مجھے اپنا بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے۔ ہمارا مکان بن رہا تھا ایک مستری صاحب جو وہاں کام کر رہے تھے اپنے ہتھیار وہیں چھوڑ کر کھانا کھانے کے لئے گئے۔ مجھے ان کو دیکھ کر کہ وہ کس طرح آسانی سے تیشہ چلاتے اور کیسی آسانی کے ساتھ لکڑی کاٹتے جاتے ہیں بہت شوق پیدا ہوا کہ میں بھی اسی طرح کروں۔ چنانچہ جب وہ کھانا کھانے کے لئے گئے تو میں نے تیشہ پکڑ کر اس کو لکڑی پر زور سے مارنا چاہا لیکن جونہی کہ میں نے پہلا تیشہ مارا۔ وہ بجائے لکڑی پر پڑنے کے میرے ہاتھ پر لگا اور

نصف انچ کے قریب گہرا زخم ہو گیا۔ جس کا نشان اب تک بھی میرے ہاتھ پر موجود ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہی کام جس کو میں بظاہر آسان سمجھتا تھا۔ پریکٹس اور مشق نہ ہونے کی وجہ سے مجھ سے نہ ہو سکا۔ بلکہ وہ میرے لئے نقصان کا موجب بن گیا۔ حالانکہ مستری روزانہ صبح سے شام تک اپنی روٹی کمانے کے لئے یہی کام کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے ہاتھ پر تیشہ نہیں لگتا۔ اور باوجود اس کے کہ میری توجہ اس کام کے کرنے میں زیادہ لگی ہوئی تھی۔ کیونکہ میں اس کو پیشہ کے طور پر نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ کھیل اور لذت کے طور پر کرنے لگا تھا۔ اور کھیل اور ایسے کام میں جو لذت اور شوق کے طور پر کیا جائے انہماک بھی زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس انہماک اور شوق کے پھر بھی میرا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ لیکن وہ لوگ جو اس کام کو پیشہ کے طور پر کرتے ہیں اور ان کو اس کی پریکٹس اور مشق ہوتی ہے ان کا ہاتھ زخمی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ کس طرح تیشہ کو لکڑی پر مارا جاتا ہے۔ اور ان کو اس کام کے کرنے کی پوری مشق اور پریکٹس ہوتی ہے۔ اس لئے وہی کام جس کو وہ پیشہ کے طور پر اور روٹی کمانے کی خاطر کرتے ہیں اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور اس کام کو جب میں نے شوق اور لذت کے طور پر کرنا چاہا تو میرا ہاتھ زخمی ہو گیا۔

یہ میرا تجربہ جو بچپن میں مجھے حاصل ہوا بڑوں کے کام بھی آسکتا ہے۔ کیونکہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی لے لو۔ اس کو ہم بغیر پریکٹس اور مشق کے نہیں کر سکتے۔ اور اگر کریں تو بجائے نفع کے نقصان پہنچ جانے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ مثلاً بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک قسم کی زمین ایک ہی ہل ایک ہی قسم کا بیج اور ایک ہی قسم کے بیل ہوتے ہیں لیکن پیداوار میں فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک کھیت میں زیادہ پیداوار ہوتی ہے اور دوسرے میں کم۔ بلکہ اکثر دفعہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ایک شخص کے پاس دوسرے کی نسبت اچھا بیج اچھی زمین اور اچھے بیل ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بعض دفعہ اس کی کھیتی دوسرے کی نسبت کم ہوتی ہے۔ اس کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ پہلے شخص کے ہل زمین، بیج یا بیلوں کا کوئی نقص ہوتا ہے۔ بلکہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص مشاق ہوتا ہے اور وہ اپنی کھیتی کی زیادہ نگہداشت کرتا ہے۔ اس لئے وہ اسی زمین، اسی بیج اور انہیں بیلوں سے زیادہ فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں دوسرا شخص جو کام کی مشق نہیں رکھتا وہ اپنے کھیت کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ زیادہ فائدہ نہیں حاصل کرتا۔

غرض زندگی کے ہر شعبے میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب تک کسی کام کے کرنے کی پریکٹس اور مشق نہ ہو۔ اس وقت تک اس کام کے کرنے کا نہ صرف کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ الٹا نقصان

پہنچ جاتا ہے۔ پس جو بات زندگی کے تمام شعبوں میں پائی جاتی ہے وہی تبلیغ میں بھی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ہم تبلیغ کی پریکٹس اور مشق نہ رکھتے ہوں اور ہمارا یہ خیال ہو کہ ہم بغیر پریکٹس اور بغیر مشق کے جس طرح چاہیں تبلیغ کر لیں گے تو کبھی تبلیغ نتیجہ خیز نہ ہوگی۔

باوجود اس کے کہ دنیا کے اندر آج کئی کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ لیکن پھر بھی ان میں سے بہت تھوڑے ایسے ملیں گے جو تبلیغ کو اپنا فرض خیال کرتے ہوں۔ یا تبلیغ کرنے کی ضرورت سمجھتے ہوں۔ وہ بڑے مزے کی نیند سو رہے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ وہ عیسائی پادریوں کے اس قسم کے غلط اور بے بنیاد اعلانات کے باعث کہ اسلام دنیا کے مختلف حصوں میں ترقی کر رہا ہے بہت خوش ہوتے اور پہلے سے بھی زیادہ سست ہوتے جا رہے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ عیسائی ان کو غفلت میں ڈالنا چاہتے ہیں اور اسی لئے وہ اس قسم کے اعلانات وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔

غالباً ۱۹۱۱ء کی بات ہے کہ عیسائی پادریوں کی طرف سے ایک رپورٹ بڑے زور شور کے ساتھ شائع ہوئی تھی کہ یوگنڈا کے علاقہ مشرقی افریقہ میں اسلام بہت زور کے ساتھ پھیل رہا ہے اور عیسائیت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس بناء پر عیسائیوں سے کہا گیا تھا کہ چندہ دیں اور نوجوان اپنے آپ کو وہاں تبلیغ کے لئے جانے کے واسطے پیش کریں۔ اور گورنمنٹ سے بھی درخواست کی گئی تھی کہ وہ ان کی مدد کرے۔ تمام مسلمان تو اس رپورٹ کی بناء پر بڑے خوش ہو رہے تھے لیکن میں نے جب اس رپورٹ کو پڑھا تو فوراً سمجھ گیا کہ یہ دھوکا اور فریب ہے اور عیسائی پادریوں نے ایسی رپورٹ اس لئے شائع کی ہے تا مسلمان غافل ہو جائیں۔ اور اس طرح ان کو عیسائیت پھیلانے کا زیادہ موقع ملے۔ اور گورنمنٹ کو مدد دینے کے لئے جو کہا گیا تھا اس کے متعلق بھی میں نے سمجھا کہ یہ بھی چالاکی ہے۔ تاکہ ایک طرف تو مسلمان یہ خیال کر کے خوش ہو جائیں کہ عیسائیوں کی ایسی نازک حالت ہو گئی ہے کہ انہیں گورنمنٹ سے امداد کی درخواست کرنی پڑی اور دوسری طرف گورنمنٹ کو بھی امداد دینے کا ایک بہانہ مل جائے۔

اس وقت جب مسلمان پادریوں کی اس رپورٹ کی بناء پر خوش ہو رہے تھے میں نے اپنے دوستوں کو جو یوگنڈا اور مشرقی افریقہ میں رہتے تھے خط لکھا کہ وہ وہاں کے پورے اور صحیح حالات سے اطلاع دیں۔ تا معلوم ہو سکے کہ یہ رپورٹ کہاں تک درست اور صداقت پر مبنی ہے۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ یوگنڈا کے قریباً تمام کے تمام امیر اور رؤساء عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور جو عیسائی نہیں ہوئے

انہیں معزول کر کے ان کے ایسے رشتہ داروں کو ان کی جگہ رکھا جا رہا ہے جو عیسائی ہو چکے ہیں۔ اصل حقیقت یہ تھی لیکن عیسائی مشنری یہ کہہ رہے تھے کہ وہاں اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ یہی حال ایسٹ افریقہ کا بھی تھا۔ وہاں بھی لوگ کثرت کے ساتھ عیسائی ہو رہے تھے اور گورنمنٹ بھی اس کام میں عیسائیوں کا ساتھ دیتی اور عیسائی نہ ہونے والوں کو تکالیف دی جاتی تھیں۔ یہ نہیں کہ گورنمنٹ بحیثیت گورنمنٹ ان پر کوئی سختی کرتی تھی بلکہ گورنمنٹ کے وہ افسر جو پکے عیسائی تھے وہ عیسائیت کو فائدہ پہنچانے کی کوشش میں اپنے ماتحتوں پر سختی کرتے اور عیسائی مبلغوں کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچاتے تھے۔ اور ایسا عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ جس علاقہ کے اعلیٰ افسران جس مذہب سے تعلق رکھتے ہوں وہ ضرور اپنے ہم مذہبوں کو فائدہ پہنچانے اور ان کے رستہ سے تمام قسم کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کے ماتحت بھی انہیں خوش کرنے کے لئے اپنے عقائد تک سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ہندوستان کو ہی دیکھ لو یہاں کے لوگ افریقہ کے لوگوں کی نسبت بہت زیادہ تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں۔ لیکن یہاں پر بھی ایسے واقعات پائے جاتے ہیں۔ جب اس ملک میں جہاں کے لوگ ایک حد تک تعلیم یافتہ بھی ہیں یہ حال ہے تو ایک غیر مہذب اور تعلیم سے بے بہرہ ملک کا کیا حال ہو گا۔ جہاں کے لوگ سخت وحشی اور جاہل ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کپڑے بھی نہیں پہنتے۔ افریقہ کے دیہاتی لوگ ابھی تک کپڑے نہیں پہنتے۔ جب وہ شہر میں کسی کام کے واسطے جاتے ہیں تو مجبوراً تہ بند باندھ لیتے ہیں۔ کیونکہ انہیں سزا کا خوف ہوتا ہے۔ لیکن شہر سے باہر نکل کر تہ بند اتار کر کندھے پر ڈال لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں ہمیں کپڑا باندھ کر اپنے گاؤں میں جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ایسے لوگ حکام کے اثر سے جس قدر متأثر ہو سکتے ہیں وہ ظاہر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک گورداسپور کے ہی اعلیٰ افسر کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ وہ ای اے سی تھا اور وہابی عقیدہ کا تھا۔ ان ایام میں وہابیوں کے متعلق گورنمنٹ کو کچھ شبہات تھے۔ ان ڈپٹی صاحب کے متعلق کسی نے ڈپٹی کمشنر سے جا کر رپورٹ کر دی کہ فلاں شخص وہابی ہے۔ اس پر ڈپٹی کمشنر نے ان کو بلا کر پوچھا مجھے رپورٹ پہنچی ہے کہ آپ وہابی ہیں۔ میں تو آپ کے متعلق ایسا خیال نہیں کرتا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے میں ہرگز وہابی نہیں ہوں۔ میرے متعلق آپ کے پاس کسی نے غلط رپورٹ کی ہے۔ اس وقت کے وہابیوں اور دوسرے لوگوں میں بڑا امتیاز یہ تھا کہ وہابی کنچنیوں وغیرہ کے نچوانے کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ ان ڈپٹی صاحب نے ڈپٹی کمشنر کے

پاس سے واپس آکر بڑی دعوت کی اور کنچنیاں نچوائیں تا ڈپٹی کمشنر اور لوگوں کو یقین ہو جائے کہ وہ وہابی نہیں ہیں۔ پس جب تعلیم یافتہ لوگ اپنے افسروں کو خوش کرنے کے لئے اپنے عقائد تک کو چھوڑ بیٹھتے ہیں تو جو لوگ غیر تعلیم یافتہ ہوں ان پر اپنے افسروں اور حکاموں کا اور بھی زیادہ اثر اور رعب ہو گا۔ لیکن مسلمان ان جھوٹی رپورٹوں پر جو عیسائی مشنریوں کی طرف سے اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں خوشیاں مناتے ہیں کہ اسلام خود بخود افریقہ اور دوسرے ممالک میں ترقی کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہندوستان میں تو اسلام پھیلتا نہیں پھر افریقہ کے وحشیوں میں خود بخود کس طرح پھیل رہا ہو گا۔ یہاں ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں جن میں سے اکثر تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ اور پھر ان میں بہت سے مولوی بھی ہیں جو تبلیغ اسلام کے مدعی ہیں۔ لیکن یہاں پر کس قدر اسلام پھیل رہا ہے۔ پھر افریقہ کے وحشیوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد اتنی نہیں ہے۔ لوگ سخت جاہل ہیں۔ وہاں پر کس طرح خود بخود پھیل رہا ہے۔

آج مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے کیوں گر رہے ہیں اور ان پر کیوں تنزل آرہا ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ عیسائیوں کی رپورٹوں پر خوش ہوتے رہتے ہیں اور اسلام کی اشاعت کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہیں کرتے اور طریقہ تبلیغ سے بالکل ناواقف ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کیا وجہ تھی کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں جب کہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اسلام بہت ترقی کر رہا تھا۔ سو اسکا یہی باعث تھا کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ کس طرح تبلیغ کی جاتی ہے اور وہ محض علماء پر انحصار نہیں رکھے ہوئے تھے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک شخص مبلغ تھا اور اسلام کی اشاعت کو وہ اپنا فرض منصبی خیال کرتے تھے۔

جو قوم اپنے مذہب کی تبلیغ کا انحصار علماء پر رکھتی ہے وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہو سکتی۔ جب تک کسی قوم کا ہر فرد مبلغ نہیں اور پھر جب تک ہر فرد طریقہ تبلیغ کو نہیں جانتا تب تک وہ قوم کسی کامیابی کی امید نہیں رکھ سکتی۔

پس میں جہاں اپنے دوستوں کو تبلیغ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ وہاں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی تبلیغ کا انحصار محض علماء پر نہ رکھیں۔ بلکہ ان کا ہر فرد مبلغ ہو۔ اور جہاں میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارا ہر فرد مبلغ ہونا چاہیے وہاں یہ بھی بتاتا ہوں کہ تبلیغ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک سخت مشکل کام ہے۔ ایک محل تیار کر لینا آسان ہے لیکن ایک شخص کا دل پھیر دینا آسان نہیں۔ کیونکہ بغیر مناسب تدابیر اور دلائل کے کسی شخص کا دل پھیرا نہیں جا سکتا۔ پس میں اس بات کی

طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہماری جماعت کو طریق تبلیغ سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیے ورنہ ہماری تبلیغ کوئی فائدہ نہیں دے سکتی بلکہ الٹا نقصان کا اندیشہ ہو گا۔

یہ مت خیال کرو کہ دلیل کا نام طریق تبلیغ ہے۔ یعنی جو شخص زیادہ دلائل جانتا ہے وہی زیادہ کامیاب مبلغ ہے۔ اور اسی کی تبلیغ، تبلیغ کہلانے کی مستحق ہے۔ کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص جسے بیسیوں دلائل آتے ہیں وہ کسی ایک شخص کو بھی اپنے ان دلائل کے ذریعہ احمدیت میں داخل نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ایک اور شخص جس کو صرف ایک دلیل آتی ہے اور وہ اس کا استعمال جانتا ہے اور وہ اسی ایک دلیل کے ذریعہ کئی اشخاص کے دلوں کو احمدیت کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ شخص جس کے پاس بہت سی دلیلیں ہیں وہ ان کے استعمال کا صحیح طریقہ اور موقع محل نہیں جانتا۔ لیکن وہ شخص جس کے پاس صرف ایک دلیل ہے وہ اس کے صحیح طریقہ استعمال کے جاننے کی وجہ سے اس سے زیادہ فائدہ اٹھالیتا ہے اور کئی لوگوں کو صرف ایک دلیل سے ہی صداقت کا قائل کر سکتا ہے۔

انسانوں کے خیالات جس طرح الگ الگ ہوتے ہیں۔ ان کی طبیعتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ ایک دلیل ایک شخص پر اثر کرتی ہے۔ لیکن وہی دلیل دوسرے پر بالکل اثر نہیں کرتی۔ جس طرح کہ کوئی نسخہ ہر مرض میں مفید نہیں ہوتا۔ ہر شخص کی طبیعت اور بیماری کے مطابق ڈاکٹر کو نسخہ لکھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح سینکڑوں لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایک دلیل سے مانتے ہیں اور ہزاروں ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک ان کو کوئی دوسری دلیل نہ دی جائے وہ نہیں مانتے۔ اور پھر ایک ہی دلیل کو کئی پیرایوں میں پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص کو وہ دلیل ایک پیرائے میں اثر کرتی ہے۔ تو دوسرے کو دوسرے پیرائے میں اور اگر دونوں کے سامنے ایک ہی پیرائے میں دلیل پیش کی جائے تو ایک پر اثر کرے گی لیکن دوسرے پر نہیں کرے گی۔

کئی لوگ ایسے ہوں گے کہ وفات مسیح کے مسئلہ کو وہ کچھ بھی اہمیت نہ دیں گے اور اس کے متعلق ان کے دل میں کوئی شبہ ہی نہ ہو گا۔ ان کے لئے یہی ضروری ہو گا کہ ان کو یہ بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی وہ خدمات کی ہیں جن کے بغیر اسلام کا زندہ رہنا ناممکن تھا۔ ایسے لوگوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ خدمات جو آپ نے اسلام کی خاطر کیں۔ ان کا پیش کرنا ان کے لئے بہت بڑی مؤثر دلیل ہو گا۔ پھر بعض ایسے ہوں گے جو آپ کے نشانات کو دیکھ کر صداقت قبول کریں گے۔ پس مبلغ کو چاہیے کہ پہلے انسان کے حالات سے اندازہ

لگائے کہ کس طرح اور کونسی دلیل اس پر اثر کر سکتی ہے اور پھر اس کو ایسے طریقہ سے سمجھائے اور اس طرح اس کے سامنے دلیلیں پیش کرے جس سے اس کی تسلی ہو جائے۔

پھر کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ نشانات کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آکر دنیا کے اندر عقلی اور علمی طور پر کونسا تغیر پیدا کیا اور ہم اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ کسی اور دلیل کے محتاج نہیں ہوتے ان کے لئے صرف یہی ایک دلیل کافی ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی　　　میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

پھر کئی ایسے ہوتے ہیں جو یہ دیکھتے ہیں کہ اس شخص نے آکر کونسا ایسا طریقہ بتایا ہے جس سے معاشرتی اور تمدنی ترقی ہو سکتی ہے۔ ایسے لوگوں کو وفات مسیح کے متعلق خواہ لاکھ دلیلیں دیں پھر بھی ان پر کوئی اثر نہ ہو گا۔ ہاں اگر ان کو یہ بتا دیں کہ اس شخص نے ہمیں ایسے طریقے بتائے ہیں کہ اگر ہم ان پر چلیں تو بہت جلد دنیا کی علمی اور تمدنی ترقی ہو سکتی ہے تو ان پر اس دلیل کا ہی بہت اثر ہو گا۔

پھر بعض ایسے ہوں گے جو یہ پوچھیں گے کہ آیا اس شخص کے متعلق جس نے دعویٰ کیا ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی کوئی ذکر آیا ہے۔ ان کو خواہ کتنے نشان دکھائیں اور کتنے ایسے کام بتائیں۔ جو آپ نے اسلام کی خدمت کے لئے کئے ہوں یا کتنا سمجھائیں کہ آپ نے دنیا کے اندر آکر اس تمدنی اور علمی ترقی کے لئے یہ یہ کوششیں کی ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ شبہ میں ہی رہیں گے۔ اور جب تک ان کو یہ نہ بتایا جائے گا کہ پچھلی کتابوں میں بھی آپ کے متعلق کئی جگہ ذکر آیا ہے تب تک ان پر کوئی اثر نہ ہو گا۔

پھر بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے۔ جو یہ کہیں گے کہ دنیا کی بہبودی اور اصلاح کی خاطر اس شخص نے ذاتی قربانی کیا کی ہے۔ کیا اس شخص کے دل میں واقعی دنیا کی اُصلاح کی تڑپ اور درد تھا۔ جب تک انہیں یہ نہ بتائیں کہ اس نے یہ یہ تکالیف دنیا کی اصلاح کی خاطر اور اسے راستی کی طرف لانے کے لئے اٹھائیں تب تک ان پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوتا۔ غرضیکہ دلائل کے سینکڑوں طریقے ہیں۔ کوئی شخص ایک طریقہ سے مانتا ہے اور کوئی دوسرے طریقہ سے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو کیوں مولویوں نے اسے نہیں مانا۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ اسے صوفیوں نے نہیں مانا تو ہم کیوں مان لیں۔ غرض مختلف طریقوں سے کام لینا چاہیے اور ہر ایک کے مرض کو پہلے اچھی طرح

سے دیکھ کر اس کے علاج کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

پھر دلائل دینے کے بھی کئی طریقے ہوتے ہیں۔ کیونکہ کوئی تو نرم دلائل سے مانتا ہے اور کوئی گرم دلائل سے۔ کسی کو سمجھانے کے لئے عقلی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی کو نقلی دلائل کی۔ کسی کے ساتھ حسن سلوک کریں تو مان جاتا ہے۔ لیکن کئی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے تو ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ پھر کئی ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے اخلاق کو دیکھ کر ہدایت پاتے ہیں۔

غرض جب تک ہم تمام پہلوؤں کو مکمل نہ کریں۔ اور جب تک ہر ایک شخص کے مرض کا صحیح مطالعہ کر کے اس کے مرض کا صحیح علاج نہ کریں۔ تب تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارے کئی دوست ایسے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ جن کو وفات مسیح کے مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ وفات عیسیٰ کی دلیلیں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان دلائل کا ان پر قطعاً کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض مبلغ بھی اس بات کے سمجھنے اور موقع محل دیکھ کر اس کے مطابق تبلیغ کرنے میں ماہر نہیں ہیں۔ بعض مبلغ ایسے ہیں کہ ان کے لیکچر بہت کامیاب سمجھے جاتے ہیں اور لوگ ان کے لیکچروں کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ لیکن ان کے ذریعہ بہت تھوڑے احمدی ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں بعض ایسے مبلغ ہیں جو بظاہر معمولی درجہ کے اور علم میں بھی زیادہ نہیں ہوتے۔ لیکن ان کے ذریعہ سینکڑوں لوگ احمدی ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اس کام کو سیکھ لیا ہے اور وہ لوگوں کی طبیعتوں کو دیکھ کر ان کے مطابق دلائل دیتے اور ان کو سمجھاتے ہیں۔ لیکن دوسرے صرف لیکچر دینا جانتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جو دلائل ہم دیتے ہیں وہ لوگوں کی طبائع کے مطابق ہیں یا نہیں۔

پس جب تک دوسروں کی اخلاقی تمدنی اور علمی حالت کا صحیح مطالعہ کر کے اس کے مطابق ان کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں گے تب تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر ہر شخص کے روحانی مرض کی صحیح تشخیص کر کے اس کے مطابق اس کی دوا اور اس کا علاج کیا جائے اور سوچ سمجھ کر اس کی طبیعت کے موافق دلائل دیے جائیں۔ تو پھر دیکھو کس طرح جماعت کو ترقی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے دشمنوں کو بھی اقرار کرنا پڑے کہ واقعی بڑی معجز نما ترقی ہے۔ ہماری ترقیات کا ایک ایک دن جو پیچھے جا رہا ہے اور جتنی دیر ہم اپنی کامیابی کو پیچھے ڈال رہے ہیں۔ وہ ہمارے لئے سخت افسوسناک ہے۔

پس صحیح طریقے پر تبلیغ کرنے کے ذرائع اور اس کے متعلق علم حاصل کرنے کی کوشش کرو تا جلد سے جلد ہم بھی اس کامیابی کو دیکھیں جس کا وعدہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے دیا ہے۔ اور تا ایسا نہ ہو کہ ہم ان کامیابیوں کے دیکھنے سے محروم رہیں۔ پیچھے آنے والے اگر ان کامیابیوں کو دیکھیں گے تو ہمیں اس سے کیا فائدہ۔ پس کوشش کرو کہ ان کامیابیوں کو ہم اپنی زندگی میں حاصل کر سکیں۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فرائض کے سمجھنے اور تبلیغ کے اصل ذرائع کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی اس صداقت کو پھیلانے کی توفیق عطا کرے جو اس نے دنیا کے لئے بھیجی ہے۔

(الفضل ۱۶ مئی ۱۹۲۵ء)